ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3962

Program: BS (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: فقہ المعاملات (3962) • سطح: بی ایس (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: وقف اور ہبہ — دو صورتوں پر اطلاق اور احکام کا فرق (20 نمبر)

سوال نمبر 1: ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنی زمین کا ایک حصہ مسجد کے لیے مستقل طور پر وقف کر دیا، جبکہ دوسرا شخص اپنی ملکیت کسی مستحق فرد کو بطور ہبہ دینا چاہتا ہے۔ دونوں صورتوں پر وقف اور ہبہ کے شرعی اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے ان کے احکام میں فرق واضح کریں۔ (20)

تعارف

اسلام نے مال کی محبت کے مقابلے میں ایثار و قربانی کی فضیلت کو بہت بلند مقام دیا ہے۔ انسان اپنے مال کو اللہ کی رضا اور دوسروں کے فائدے کے لیے خرچ کرنے کے کئی شرعی طریقے اختیار کر سکتا ہے، جن میں دو مشہور صورتیں وقف اور ہبہ ہیں۔ سوال میں دو مختلف صورتیں دی گئی ہیں: ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنی زمین کا ایک حصہ مسجد کے لیے مستقل طور پر وقف کر دیا، جبکہ دوسرا شخص اپنی ملکیت کسی مستحق فرد کو ہبہ کر دینا چاہتا ہے۔ ظاہر میں دونوں عمل بلا معاوضہ منتقلی نظر آتے ہیں، مگر ان کی شرعی نوعیت، شرائط اور نتائج میں بنیادی فرق ہے۔ وقف میں اصل مال روک لیا جاتا ہے اور اس کی منفعت ہمیشہ کے لیے نیکی کے کام میں صدقہ جاریہ بن جاتی ہے، جبکہ ہبہ میں چیز کی ملکیت کسی شخص کو منتقل ہو جاتی ہے اور وہ اس میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے وقف اور ہبہ کی تعریف و اصول بیان ہوں گے، پھر دونوں فرضی صورتوں پر ان کا اطلاق کیا جائے گا اور آخر میں دونوں کے احکام کا تفصیلی تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ نوٹ رہے کہ یہ تحریر تعلیمی رہنمائی ہے؛ وقف و ہبہ کے کسی حقیقی معاملے کی قانونی و شرعی تکمیل کے لیے اہلِ علم اور قانونی مشیر سے رجوع ضروری ہے، اور وقف رجسٹریشن جیسے قانونی تقاضے متعلقہ قوانین کے تحت پورے کیے جاتے ہیں۔

وقف کے شرعی اصول

وقف کے لغوی معنی روکنا اور حبس کرنا ہے۔ اصطلاح میں وقف اس عمل کو کہتے ہیں کہ مالک اپنی چیز کی اصل کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے روک دے اور اس کی منفعت اللہ کی رضا کے لیے کسی نیک مصرف میں ہمیشہ کے لیے وقف کر دے۔ وقف کی مشروعیت سنت سے ثابت ہے؛ روایت کے مفہوم کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی کہ اصل کو روک لو اور اس کا پھل صدقہ کر دو، اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ وقف شدہ اصل نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ وراثت میں تقسیم ہو (بخاری و مسلم کی روایت کا مفہوم)۔ اسی طرح ایک معروف حدیث کے مفہوم میں انسان کی وفات کے بعد اس کے عمل منقطع ہو جانے کے تین استثنا بتائے گئے ہیں جن میں پہلا صدقہ جاریہ ہے (مسلم کی روایت کا مفہوم) اور وقف اسی صدقہ جاریہ کی عملی صورت ہے۔ وقف کی اہم شرائط یہ ہیں: واقف بالغ، عاقل اور مال کا مالک ہو؛ موقوفہ چیز موجود، معلوم اور باقی رہنے والی ہو جیسے زمین و مکان؛ وقف دائمی ہو، موقت وقف اکثر فقہاء

کے نزدیک درست نہیں؛ وقف کا مصرف نیکی کا کام ہو؛ اور وقف کے صیغے واضح ہوں۔ وقف مکمل ہونے کے بعد لازم ہو جاتا ہے، واقف اس سے رجوع نہیں کر سکتا، اور موقوفہ چیز نہ فروخت ہو سکتی ہے نہ منتقل، البتہ اس کی دیکھ بھال متولی کرے گا اور اس کی آمدنی صرف طے شدہ مصرف میں خرچ ہو گی۔

ہبہ کے شرعی اصول

ہبہ کے لغوی معنی عطا اور بخشش کے ہیں۔ اصطلاح میں ہبہ اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک شخص اپنی زندگی میں بغیر کسی عوض کے اپنی مملوکہ چیز کی ملکیت دوسرے شخص کو منتقل کر دے۔ ہبہ محبت و اخوت بڑھانے کا ذریعہ ہے؛ احادیث کے مفہوم میں باہم تحفے دینے سے محبت پیدا ہونے کی تلقین آئی ہے۔ ہبہ کے ارکان میں واہب یعنی دینے والا، موہوب لہ یعنی لینے والا، موہوب یعنی دی جانے والی چیز اور صیغہ یعنی ایجاب و قبول شامل ہیں۔ ہبہ کی صحت و تکمیل کی اہم شرط قبضہ ہے: اکثر فقہاء کے نزدیک جب تک موہوب لہ چیز پر قبضہ نہ کر لے، ہبہ مکمل نہیں ہوتا اور واہب اس سے پہلے رجوع کر سکتا ہے۔ قبضے کے بعد ہبے سے رجوع سخت ناپسندیدہ اور بعض صورتوں میں ناجائز ہے، اور روایت کے مفہوم میں ہبہ دے کر واپس لینے والے کی سخت مذمت آئی ہے۔ تاہم چند صورتوں میں قبضے کے بعد بھی رجوع کی گنجائش یا رکاوٹیں فقہی تفصیل میں بیان ہوتی ہیں، مثلاً والد کا اولاد کو دیا ہوا ہبہ، ازواج کے درمیان ہبہ، یا چیز کا ہلاک ہو جانا۔ ہبہ میں دی گئی چیز موہوب لہ کی مکمل ملکیت بن جاتی ہے؛ وہ اسے بیچ سکتا ہے، آگے ہبہ کر سکتا ہے اور اس کی وفات پر یہ اس کی وراثت میں شامل ہو گی۔ ہبے میں بھی واہب کا مالک و اہل ہونا، چیز کا موجود و معلوم ہونا اور عوض سے خالی ہونا شرط ہے۔

دونوں صورتوں پر اطلاق

اب دونوں صورتوں پر اطلاق کرتے ہیں۔ پہلی صورت: زمین کا حصہ مسجد کے لیے مستقل وقف کرنا۔ چونکہ واقف نے اپنی زندگی میں، اپنی ملکیت میں سے ایک متعین حصہ ہمیشہ کے لیے دینی مصرف یعنی مسجد کے لیے مختص کر دیا اور اسے مستقل قرار دیا، اس لیے یہ شرعی وقف ہے۔ اس کے اثرات یہ ہوں گے: وہ زمین کا حصہ واقف کی ذاتی ملکیت سے نکل گیا، اب نہ واقف اسے بیچ سکتا ہے نہ اس کے ورثا اس میں حصہ لے سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا مصرف بدلا جا سکتا ہے؛ اس زمین پر مسجد کی تعمیر و انتظام متولی یا کمیٹی کرے گی اور واقف کو اس کا ثواب صدقہ جاریہ کے طور پر ملتا رہے گا۔ اگر وقف کی شرائط میں سے کوئی شرط ناقص ہو، مثلاً حصہ غیر متعین ہو، تو وقف کو درست کرنا لازم ہو گا۔

دوسری صورت: ملکیت کسی مستحق فرد کو ہبہ دینا۔ اس میں دینے والے کو چاہیے کہ چیز کا واضح ایجاب کرے، مستحق قبول کرے اور چیز اس کے قبضے میں دے دے؛ قبضہ ملتے ہی ہبہ مکمل ہو جائے گا اور وہ فرد مکمل مالک بن جائے گا۔ وہ اس ملکیت کو اپنے استعمال میں لائے، بیچے یا آگے کسی کو دے، سب اس کا حق ہے۔ دینے والا اس نیت کرے کہ یہ صدقہ یا صلہ رحمی ہے تو اسے اس کا ثواب بھی ملے گا، لیکن قانونی و فقہی نوعیت ہبہ ہی رہے گی۔ یوں پہلی صورت میں منتقلی اللہ کے لیے دائمی حبس ہے اور دوسری میں فرد کی طرف مکمل تملیک؛ یہی بنیادی فرق دونوں کے تمام احکام کو الگ کر دیتا ہے۔

جدول 1: وقف اور ہبہ کے احکام کا تقابلی جائزہ

پہلو	وقف	ہبہ
نوعیت	اصل مال کا دائمی حبس؛ منفعت صدقہ	ملکیت کی بلا عوض مکمل منتقلی
قبضہ / تکمیل	صیغہ و شرائط سے لازم و مکمل	اکثر فقہاء کے نزدیک قبضے سے مکمل
رجوع	رجوع ممکن نہیں	قبضے سے پہلے ممکن؛ بعد میں سخت ممنوع / مکروہ
فروخت و وراثت	نہ فروخت، نہ وراثت میں تقسیم	موہوب لہ بیچ بھی سکتا ہے؛ وراثت میں شامل
مصرف / مقصد	مقررہ نیک مصرف ہی میں استعمال	لینے والے کی آزاد ملکیت
ثواب کی صورت	صدقہ جاریہ، دائمی ثواب	صدقہ و صلہ رحمی کا ثواب عند اللہ

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی صورت وقف ہے جس میں زمین کا حصہ ہمیشہ کے لیے واقف کی ملکیت سے نکل کر مسجد کے لیے مخصوص ہو گیا؛ اس پر نہ رجوع ممکن ہے، نہ فروخت، نہ وراثت، اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔ دوسری صورت ہبہ ہے جس میں قبضے کے ساتھ ملکیت مکمل طور پر مستحق فرد کو منتقل ہو جائے گی اور وہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے گا۔

دونوں نیکی کے عمل ہیں مگر ان کی شرعی نوعیت اور نتائج الگ الگ ہیں؛ اسی فرق کو سمجھ کر ہی ہر معاملے میں صحیح طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ حقیقی معاملات میں دستاویز، گواہ اور جہاں لازم ہو رجسٹریشن مکمل کرنا چاہیے اور اختلاف کی صورت میں فیصلہ اہلِ علم و عدالت کے سپرد ہے۔

سوال نمبر 2: کفالت — فرضی معاملہ، حقوق و ذمہ داریاں اور حل (20 نمبر)

سوال نمبر 2: کفالت کے بنیادی اصول اور احکام کو سامنے رکھتے ہوئے ایک فرضی معاملہ تشکیل دیں جس میں کفالت کے فریقین، متعلقہ حقوق و ذمہ داریاں اور شرعی شرائط واضح ہوں، پھر اس معاملے کا حل تجویز کریں۔ (20)

تعارف

کفالت اسلامی مالی معاملات کا ایک اہم باب ہے، جس کا سادہ مفہوم ضمانت دینا ہے۔ انسانی کاروبار اعتماد پر چلتا ہے، مگر بعض اوقات قرض خواہ یا فریقِ ثالث کو اضافی اطمینان درکار ہوتا ہے کہ اس کا حق ضائع نہیں ہو گا؛ ایسے موقع پر کوئی تیسرا شخص آگے بڑھ کر ذمہ داری اپنے اوپر لے لیتا ہے، اسی کو کفالت کہتے ہیں۔ عدالت میں پیشی کی ضمانت ہو یا قرض کی ادائیگی کی، کفالت ہر دور میں معاشرتی و تجارتی نظام کا حصہ رہی ہے۔ سوال کی ضرورت یہ ہے کہ کفالت کے اصولوں کی روشنی میں ایک مکمل فرضی معاملہ تشکیل دیا جائے جس میں فریقین، ان کے حقوق و ذمہ داریاں اور شرعی شرائط واضح ہوں، اور پھر اسی معاملے کا شرعی حل بھی پیش کیا جائے۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے کفالت کی تعریف، اقسام اور شرائط بیان ہوں گی، پھر ایک تفصیلی فرضی کیس بنایا جائے گا، اس میں پیدا ہونے والا تنازع واضح کیا جائے گا اور آخر میں اصولوں کی روشنی میں مرحلہ وار حل تجویز کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ فرضی معاملہ خالصتاً تعلیمی مقصد کے لیے ہے؛ حقیقی معاملات و تنازعات کا فیصلہ ثبوت و حقائق کی بنیاد پر اہلِ علم یا عدالت کے ذریعے ہوتا ہے۔

کفالت کے بنیادی اصول و شرائط

کفالت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ذمے کو دوسرے کے ذمے کے ساتھ کسی حق کے مطالبے میں ملا دے۔ اس کے فریقین تین ہیں: کفیل یعنی ضمانت دینے والا، مکفول عنہ یا اصیل یعنی اصل ذمہ دار، اور مکفول لہ یعنی وہ شخص جس کے حق کی ضمانت دی گئی۔ کفالت کی دو بڑی اقسام ہیں: کفالت بالنفس، جس میں کفیل یہ ذمہ لیتا ہے کہ وہ اصیل کو مقررہ وقت پر پیش کر دے گا؛ اور کفالت بالمال، جس میں کفیل مال کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔ اہم شرائط یہ ہیں: کفیل بالغ، عاقل اور آزاد ہو اور ضمانت اپنی رضا سے دے، کیونکہ کفالت رضامندی کا عقد ہے؛ مکفول بہ یعنی جس حق کی ضمانت دی جا رہی ہے، معلوم و واجب الادا ہو؛ مکفول لہ معلوم ہو؛ اصیل معلوم ہو تاکہ کفیل کو اس کی استطاعت کا اندازہ ہو؛ کفالت کا صیغہ واضح ہو، مثلاً میں ضامن ہوں یا ذمہ داری میرے اوپر ہے۔ احکام میں اہم بات یہ ہے کہ کفیل کے ذمے واجب ہونے سے اصیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا بلکہ حق دونوں سے مانگا جا سکتا ہے؛ البتہ اگر مکفول لہ نے اصیل کو بری کر دیا تو کفیل بھی آزاد ہو جائے گا، اور کفیل ادا کر دے تو اسے اصیل سے رجوع کا حق ملتا ہے بشرطیکہ کفالت اصیل کے کہنے پر ہوئی ہو۔ روایت کے مفہوم میں ضامن کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے (ابوداؤد و ترمذی کی روایت کا مفہوم) جس سے کفالت کی سنجیدگی واضح ہوتی ہے۔

فرضی معاملہ: فریقین، شرائط اور ذمہ داریاں

فرضی معاملہ اس طرح تشکیل دیتے ہیں: احمد ایک متوسط درجے کا تاجر ہے جو لاہور میں کپڑے کا کاروبار کرتا ہے۔ اسے کاروباری سیزن کے لیے بلال نامی ہول سیلر سے دس لاکھ روپے کا کپڑا اچھا ماہ کے ادھار پر خریدنا ہے۔ بلال کو احمد کی ساکھ پر مکمل اطمینان نہیں، اس لیے وہ ضمانت طلب کرتا ہے۔ احمد کا پرانا شراکت دار اور معتبر تاجر خالد آگے آتا ہے اور بلال کے سامنے واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ احمد کی اس رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری میں لیتا ہوں؛ یہ بات چھ ماہ کی مدت اور رقم کی تحدید کے ساتھ ایک سادہ تحریر میں گواہوں کے سامنے درج ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں خالد کفیل ہے، احمد مکفول عنہ یعنی اصیل ہے، بلال مکفول لہ ہے اور دس لاکھ روپے کی قیمت مکفول بہ ہے۔ شرائط کا جائزہ لیں تو سب پوری ہیں: کفیل بالغ و عاقل ہے اور اس نے رضا سے ضمانت دی؛ حق معلوم و متعین ہے؛ فریقین معلوم ہیں؛ مدت طے ہے۔ فریقین کے حقوق و ذمہ داریاں یوں

ہوں گی: احمد کی اصل ذمہ داری ہے کہ وہ مدت پر قیمت ادا کرے اور کفیل کو نقصان سے بچائے؛ خالد کی ذمہ داری یہ ہے کہ احمد ناکام ہو جائے تو وہ ادائیگی کرے، اور اس کے بدلے اسے احمد سے رجوع کا حق حاصل ہو گا کیونکہ کفالت احمد کے کہنے پر ہوئی ہے؛ بلال کا حق یہ ہے کہ وہ مدت پوری ہونے پر احمد سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور خالد سے بھی، مگر وہ رقم ایک ہی بار وصول کر سکتا ہے، دہری وصولی جائز نہیں۔

تنازع اور اس کا شرعی حل

اب مسئلہ پیدا ہوتا ہے: چھ ماہ بعد احمد کا کاروبار اچانک مندی کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ مقررہ تاریخ پر مکمل رقم ادا نہیں کر پاتا؛ وہ صرف چار لاکھ دے کر مزید مہلت مانگتا ہے۔ بلال خالد سے پوری باقی رقم کا مطالبہ کرتا ہے، جبکہ خالد کہتا ہے کہ پہلے احمد سے وصولی کی کوشش کی جائے۔ اس تنازع کا شرعی حل مرحلہ واریوں ہے: پہلا مرحلہ یہ کہ بلال کا مطالبہ اصولاً درست ہے، کیونکہ کفالت بالمال میں مکفول لہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنا حق اصیل سے لے یا کفیل سے؛ کفیل یہ شرط نہیں لگا سکتا کہ پہلے صرف اصیل ہی سے وصولی ہو، الا یہ کہ کفالت کے وقت ایسی شرط طے کر لی گئی ہو۔ دوسرا مرحلہ یہ کہ خالد باقی چھ لاکھ ادا کر دے؛ ادائیگی کے بعد خالد کو احمد سے پورا رجوع حاصل ہو گا اور احمد شرعاً اس کا پابند ہے کہ وہ خالد کی رقم لوٹائے۔ تیسرا مرحلہ انسانی و اخلاقی پہلو ہے: احمد چونکہ حقیقی تنگی میں ہے، شریعت کی روح یہ ہے کہ اسے معقول مہلت دی جائے؛ قرآن کی ہدایت کے مفہوم کے مطابق تنگدست کو مہلت دینا اور معاف کرنا بہتر ہے (سورۃ البقرہ 2:280 کے مفہوم کی طرف اشارہ)، اس لیے بہتر حل یہ ہے کہ بلال، خالد اور احمد باہم بیٹھ کر قسطوں کا نیا شیڈول طے کر لیں، خالد اپنی ضمانت برقرار رکھے، بلال فوری مطالبے سے رک جائے، اور احمد تحریری اقرار کے ساتھ قسطیں ادا کرے۔ چوتھا مرحلہ: اگر فریقین متفق نہ ہوں تو معاملہ ثالثی یا عدالت کے ذریعے طے ہو گا، جہاں تحریری کفالت و گواہ فیصلے کی بنیاد بنیں گے۔ اس حل میں بلال کا حق بھی محفوظ رہا، کفیل کی ذمہ داری بھی شرعاً ادا ہوئی اور مقروض کو بھی مہلت مل گئی؛ یہی توازن فقہِ کفالت کا حسن ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ کفالت ایک رضامندانہ عقدِ ضمانت ہے جس میں کفیل اپنا ذمہ اصیل کے ذمے کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔ اس کی صحت کے لیے کفیل کی اہلیت و رضا، مکفول بہ کا معلوم و واجب ہونا اور فریقین کا تعین بنیادی شرائط ہیں۔ فرضی معاملے نے دکھایا کہ مدت کے بعد ادائیگی ناکام ہونے پر مکفول لہ کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے، کفیل ادا کر کے اصیل سے رجوع کر سکتا ہے، اور بہتر عملی حل باہمی مصالحت سے قسط وار ادائیگی ہے۔ سبق یہ ہے کہ ضمانت کبھی جذبات میں ہلکی سمجھ کر نہ دی جائے؛ تحریر، گواہ اور اپنی استطاعت کا جائزہ کفالت کی شرعی و اخلاقی روح ہے۔ حقیقی تنازعات کا حتمی فیصلہ اہلِ علم ماہر مفتی ہی کرے گی۔

سوال نمبر 3: مضاربت — سرمایہ و محنت کے معاملے پر شرعی اطلاق (20 نمبر)

سوال نمبر 3: دو افراد نے ایک کاروبار شروع کیا؛ ایک نے سرمایہ فراہم کیا جبکہ دوسرے نے اپنی محنت اور کاروباری مہارت دینے کی۔ اس معاملے کی شرعی نوعیت متعین کرتے ہوئے مضاربت کے احکام کا اطلاق کریں۔ (20)

تعارف

ہر معاشرے میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں: ایک وہ جن کے پاس سرمایہ ہے مگر کاروبار چلانے کی مہارت، وقت یا تجربہ نہیں، اور دوسرے وہ جن کے پاس مہارت و تجربہ ہے مگر سرمایہ نہیں۔ اگر ان دونوں کو کسی منصفانہ نظام سے جوڑا نہ جائے تو سرمایہ بھی بے کار پڑا رہے گا اور مہارت بھی ضائع ہو گی۔ اسلام نے اس ضرورت کو مضاربت کے عقد کے ذریعے پورا کیا ہے، جس میں ایک فریق سرمایہ دیتا ہے اور دوسرا اس سرمائے سے تجارت کر کے نفع آپس میں طے شدہ نسبت سے تقسیم کرتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے مضاربت کی طرز پر تجارت کی تھی، جس کی تفصیلات سیرت میں آتی ہیں، اور صحابہ کرام کے عہد سے یہ طریقہ مسلسل جاری ہے۔ سوال میں دی گئی صورت بالکل یہی ہے: دو افراد نے کاروبار شروع کیا، ایک نے سرمایہ دیا اور دوسرے نے محنت و مہارت۔ زیرِ نظر جواب میں اس

معاملے کی شرعی نوعیت متعین کی جائے گی، مضاربت کی شرائط بیان ہوں گی اور ان احکام کا اطلاق اسی صورت پر مرحلہ وار کیا جائے گا، ساتھ ہی نفع و نقصان، مضارب کی حیثیت اور عقد کے خاتمے کے اصول واضح کیے جائیں گے۔

مضاربت کی تعریف اور شرعی نوعیت کا تعین

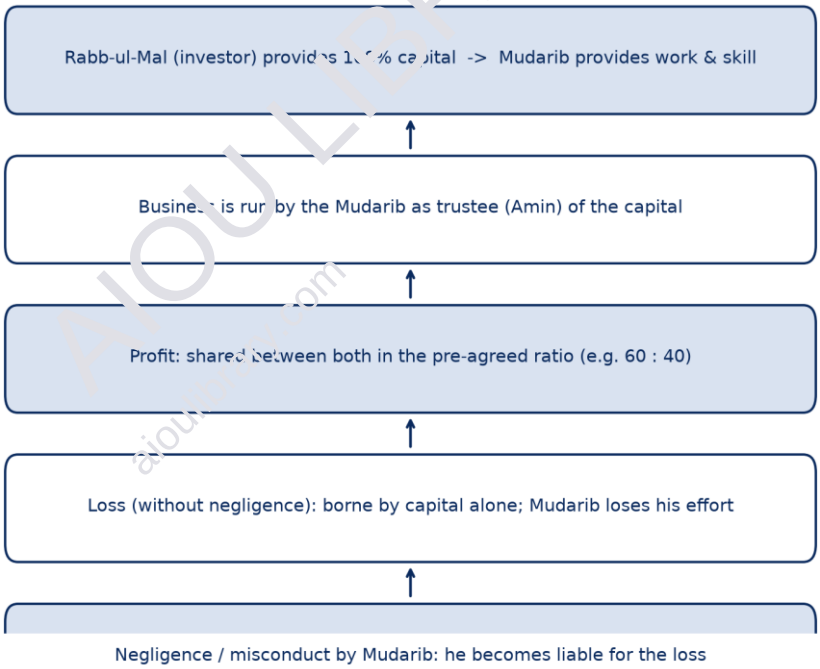
مضاربت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ یہ ایسا عقد ہے جس میں ایک جانب سے مال اور دوسری جانب سے عمل ہوتا ہے اور نفع دونوں کے درمیان طے شدہ کسری نسبت سے تقسیم ہوتا ہے۔ سرمایہ دینے والا رب المال اور کام کرنے والا مضارب کہلاتا ہے۔ اس کی اصل صورت کی نوعیت متعین کرنا اس لیے آسان ہے کہ اس میں شرکت کی دوسری صورتوں کے ارکان موجود نہیں: یہ شرکتِ عنان نہیں کیونکہ دونوں طرف سے مال نہیں آیا؛ یہ ابضاعہ بھی نہیں کیونکہ محنت کرنے والے کو مقررہ اجرت نہیں بلکہ نفع میں حصہ ملتا ہے؛ یہ قرض بھی نہیں کیونکہ سرمایہ دار کو اصل کی واپسی کے ساتھ مقررہ اضافے کی ضمانت نہیں ملتی بلکہ وہ خسارے میں شریک ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ شرعاً مضاربت ہے۔ مضاربت کی دو قسمیں ہیں: مضاربتِ مطلقہ جس میں مضارب کو کاروبار کی نوعیت و جگہ کی آزادی ہو، اور مضاربت مقیدہ جس میں رب المال خاص تجارت، خاص شہر یا خاص مدت کی قید لگا دے؛ فقہاء کے نزدیک معقول قیدیں درست ہیں اور مضارب ان کا پابند ہو گا۔ یہ بھی واضح رہے کہ مضارب امین ہوتا ہے؛ سرمایہ اس کے پاس امانت ہے اور وہ تعدی یا تقصیر کے بغیر ہونے والے نقصان کا ضامن نہیں بنتا۔

مضاربت کی شرائط

مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے کئی شرائط ہیں جن کا اطلاق اس صورت پر بھی لازم ہے۔ (1) سرمایہ معلوم ہو اور نقدی کی صورت میں ہو یا اسے اس طرح متعین کیا جائے کہ نزاع نہ ہو؛ سرمایہ مضارب کے قبضے میں دیا جائے، محض وعدہ کافی نہیں۔ (2) نفع دونوں کے مشاع حصے یعنی کسری نسبت میں طے ہو، مثلاً نصف یا چالیس و ساٹھ فیصد؛ اگر کسی ایک کے لیے مقررہ رقم طے کر دی جائے، مثلاً رب المال کو ماہانہ دس ہزار لازمی ملیں گے، تو مضاربت فاسد ہو جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کل نفع اس سے کم ہو اور غبن پیدا ہو۔ (3) دونوں فریق بالغ و عاقل اور تصرف کے اہل ہوں۔ (4) مضارب کو تصرف کی اجازت ہو؛ اگر مقید مضاربت ہے تو قیدیں تحریر میں آ جائیں۔ (5) نقصان کا اصول پہلے

سے واضح ہو کہ تجارتی نقصان سرمائے پر پڑے گا اور مضارب کی محنت ضائع جائے گی۔(6) سرمایہ قرض کے طور پر نہ دیا گیا ہو اور نہ مضارب پر اصل کی ضمانت کی شرط لگائی گئی ہو؛ ضمانت کی شرط مضاربت کو سود کے مشابہ قرض میں بدل دیتی ہے اور یہ شرعاً درست نہیں۔ اگر ہمارے دو افراد نے یہ شرائط پوری کر کے معاہدہ کیا تو یہ مضاربت مکمل طور پر صحیح و نافذ ہو گی؛ اگر انہوں نے نفع میں مقررہ رقم والا شرط لگا رکھی ہے تو پہلے اس کی اصلاح کر کے نسبت مقرر کرنا ضروری ہو گا۔

Figure 1: Mudarabah Structure — Capital, Work, Profit and Loss



شکل 1: مضاربت کا ڈھانچا—سرمایہ رب المال کا، محنت مضارب کی، نفع طے شدہ نسبت سے مشترک اور تجارتی نقصان سرمائے پر۔

احکام کا اطلاق: نفع، نقصان، اختیارات اور خاتمہ

اب اس صورت پر احکام کا اطلاق کرتے ہیں۔ فرض کریں سرمایہ دس لاکھ روپے ہے اور نفع کی نسبت مضارب کے لیے چالیس فیصد اور رب المال کے لیے ساٹھ فیصد طے ہوئی۔ پہلا سال کاروبار میں تین لاکھ نفع ہوا تو اس میں سے ایک لاکھ بیس ہزار مضارب کے اور ایک لاکھ اسی ہزار رب المال کے ہوں گے؛ نفع حساب صاف کر کے ہی تقسیم ہو گا، درمیان میں لی گئی رقم نفع کے حساب میں شمار ہو گی۔ دوسرا منظر: اگر کاروبار میں دو لاکھ کا نقصان ہو گیا اور مضارب کی طرف سے کوئی غفلت ثابت نہیں تو یہ نقصان

سرمائے سے کاٹا جائے گا، سرمایہ آٹھ لاکھ رہ جائے گا اور مضارب کو اپنی ضائع شدہ محنت کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا؛ سرمایہ دار اس سے نقصان کی تلافی نہیں مانگ سکتا۔ تیسرا منظر: اگر مضارب نے قید کے خلاف مال کسی ممنوع تجارت میں لگا دیا یا لاپرواہی سے مال ضائع کر دیا تو اب وہ امین نہیں رہا، وہ ضامن بن جائے گا اور نقصان اسی کے ذمے ہو گا۔ اختیارات کے اعتبار سے مضارب کاروبار کے معمول کے تصرفات، خرید و فروخت، ملازم رکھنا اور ادھار لین دین عرف کی حدود میں کر سکتا ہے، مگر سرمائے سے قرض دینا یا کسی کے حق میں ضمانت دینا جیسے غیر معمولی کام رب المال کی اجازت سے ہی کیے جا سکتے ہیں۔ حساب کتاب شفاف رکھنا، کھاتے دکھانا اور رب المال کو اطلاعات دینا اس کی امانتی ذمہ داری ہے۔ خاتمے کے اعتبار سے مضاربت غیر لازم عقد ہے؛ کوئی بھی فریق اسے ترک کر سکتا ہے، البتہ خاتمے کے وقت مال کو نقد صورت میں لا کر حساب فائنل کیا جائے گا تاکہ نفع و نقصان کی صحیح تقسیم ہو سکے، اور فریقین میں سے کسی کی وفات پر بھی مضاربت ختم ہو جاتی ہے۔ ان احکام کی روشنی میں سوال کی صورت ایک درست اسلامی کاروباری شراکت ہے بشرطیکہ شرائط کی پابندی کی گئی ہو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ سرمایہ ایک کا اور محنت و مہارت دوسرے کی ہونے کی صورت شرعی اعتبار سے مضاربت ہے، نہ اجارہ، نہ قرض اور نہ شرکتِ اموال۔ اس کی صحت کا دارومدار سرمایے کے معلوم ہونے، نفع کی کسری نسبت اور نقصان کے اصول کی شفاف تعیین پر ہے۔ اسی صورت پر اطلاق سے ظاہر ہوا کہ نفع طے شدہ نسبت سے بانٹا جائے گا، تجارتی نقصان سرمائے پر آئے گا، کوتاہی کی صورت میں مضارب ضامن بنے گا اور ہر فریق عقد ختم کر کے حساب صاف کر سکے گا۔ مضاربت سود سے پاک کاروباری مالیات کا بہترین نمونہ ہے کیونکہ اس میں سرمایہ اور مہارت دونوں حقیقی خطرے و نفع میں شریک ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 4: خلع — ازدواجی ناخوشی کی فرضی صورت کا شرعی حل (20 نمبر)

سوال نمبر 4: ایک ایسی صورت حال فرض کریں جس میں بیوی ازدواجی زندگی جاری رکھنے سے شدید ناخوش ہو اور باہمی رضامندی سے علیحدگی چاہتی ہو۔ خلع کے شرعی اصول، شرائط اور احکام کی روشنی میں اس معاملے کا حل تجویز کریں اور واضح کریں کہ خلع کے انعقاد کے لیے کن امور کی رعایت ضروری ہو گی۔ (20)

تعارف اور فرضی صورت حال

نکاح ایک مقدس اور پائیدار رشتہ ہے جس کی بنیاد سکون، محبت اور رحمت پر رکھی گئی ہے، مگر کبھی کبھی مزاج کی ناموافقت، باہمی نفرت یا حالات کی سختی سے رشتہ اس قدر بگڑ جاتا ہے کہ ساتھ رہنا دونوں کے لیے اذیت بن جاتا ہے۔ اسلام نے ایسے مواقع کے لیے مرد کی طرف سے طلاق اور بیوی کی طرف سے علیحدگی کے متوازن دروازے رکھے ہیں، جن میں سے ایک خلع ہے۔ سوال کی فرضی صورت یہ ہے کہ ایک بیوی ازدواجی زندگی جاری رکھنے سے شدید ناخوش ہے؛ اس کی ناخوشی اس حد تک ہے کہ اسے اندیشہ ہے کہ وہ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر پائے گی، اور وہ باہمی رضامندی سے علیحدگی چاہتی ہے جبکہ شوہر بھی پر تشدد رویے کے بجائے باوقار جدائی پر آمادہ ہے۔ ایسی صورت میں فقہی حل خلع ہے۔ زیرِ نظر جواب میں خلع کی تعریف و شرعی بنیاد، انعقاد کی شرائط و ضروری امور، اس صورت کا مرحلہ وار حل اور خلع کے نتائج یعنی عدت، خطبہ و نکاحِ جدید اور مہر کی حیثیت بیان کی جائے گی۔ مؤکد نوٹ: یہ تحریر خالص علمی رہنمائی ہے؛ خلع، طلاق اور عدت جیسے حساس معاملات کا اطلاق کسی حقیقی جوڑے پر صرف مستند علماء اور متعلقہ عدالت کے ذریعے حقائق کی جانچ کے بعد ہوتا ہے، خود سے کسی کیس پر شرعی فیصلہ صادر کرنا درست نہیں۔

خلع کی تعریف اور شرعی بنیاد

خلع کے لغوی معنی اتارنا اور جدا کرنا ہے، جیسے لباس اتارا جاتا ہے؛ گویا زوجین جو ایک دوسرے کے لیے لباس کی مانند تھے اب جدا ہو رہے ہیں۔ اصطلاح میں خلع اس علیحدگی کو کہتے ہیں جو مال کے عوض ہو، یعنی بیوی اپنی طرف سے کچھ مال یا حق چھوڑ کر شوہر سے جدائی حاصل کرے اور شوہر اسے قبول کرے۔ اس کی شرعی بنیاد قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ سورۃ البقرہ میں اس اصول کا بیان آتا ہے کہ اگر حاکم یا فریقین کو اندیشہ ہو کہ زوجین حدودِ الٰہی قائم نہیں رکھ سکیں گے تو بیوی کے عوض دے کر جدا ہونے میں حرج نہیں (2:229 کے مفہوم کی طرف اشارہ)۔ سنت سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ وہ شوہر کے دین و اخلاق میں کوئی عیب نہیں دیکھتیں مگر ناپسندیدگی کی وجہ سے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتیں؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہ ان کا دیا ہوا باغ

واپس کر دیں گی، انہوں نے رضا ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو حکم دیا کہ باغ لے کر انہیں جدا کر دو (بخاری کی روایت کا مفہوم)۔ یہ واقعہ خلع کی اصل دلیل ہے اور یہ بھی سکھاتا ہے کہ بغیر کسی بڑے الزام کے، محض ناقابلِ برداشت ناموافقت بھی خلع کی معقول بنیاد ہو سکتی ہے، البتہ بلاوجہ خلع طلب کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

خلع کے انعقاد کے لیے ضروری امور

فرضی صورت میں خلع کے درست انعقاد کے لیے درج ذیل امور کی رعایت ضروری ہو گی۔ (1) فریقین کی اہلیت: شوہر و بیوی بالغ و عاقل ہوں؛ خلع کی پیشکش و قبول واضح الفاظ میں ایک ہی مجلس میں ہو، کیونکہ خلع ایک معاوضہ نما عقد ہے جس میں ایجاب و قبول مناسب حیثیت رکھتے ہیں۔ (2) عوض کی تعیین: بیوی جو مال یا حق دے گی وہ معلوم ہو، عموماً مہر کی واپسی یا اس سے دستبرداری اس کا رواج ہے؛ تاہم شرعی اخلاق یہ ہے کہ شوہر مہر سے زیادہ نہ لے، خاص طور پر جب علیحدگی کی بڑی وجہ شوہر کی طرف سے ہو تو زیادہ لینا مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ (3) ناراضی کی سمت کا لحاظ: فقہاء نے واضح کیا ہے کہ اگر خرابی بیوی کی طرف سے ہے تو عوض لے کر خلع کرنا جائز ہے، اور اگر خرابی شوہر کی طرف سے ہے تو اسے عوض نہیں لینا چاہیے بلکہ مہر سمیت حقوق ادا کر کے جدا کرنا اس کا فرض بنتا ہے۔ (4) حتمی کوشش مصالحت: خلع سے پہلے سمجھانے بجھانے، خاندانی ثالثوں اور حکم یعنی ثالثوں کے ذریعے اصلاح کی کوشش کرنا بہتر و مستحسن ہے، کیونکہ قرآن نے اختلاف کی صورت میں دونوں خاندانوں سے حکم بھیجنے کی رہنمائی دی ہے (سورۃ النساء 4:35 کے مفہوم)۔ (5) دستاویز و گواہ: خلع کا تحریری ریکارڈ اور گواہ رکھنا مستقبل کے تنازعات سے بچاتا ہے، اور پاکستان کے قانونی نظام میں اس کے لیے متعلقہ عدالت و یونین کونسل کے ضوابط کی تکمیل الگ سے لازم ہوتی ہے، جس کے لیے قانونی مشورہ ضروری ہے۔ (6) بچوں کے حقوق: خلع سے والدین کے بچوں سے تعلق اور ان کی حضانت و نفقے کے احکام ختم نہیں ہوتے؛ ان کا فیصلہ بچوں کے مفاد کے مطابق الگ سے طے ہونا چاہیے۔

فرضی صورت کا حل اور خلع کے نتائج

ان اصولوں کی روشنی میں فرضی صورت کا حل مرحلہ واریوں تجویز کیا جاتا ہے: پہلے مرحلے میں دونوں کو سنجیدگی سے مصالحت کی کوشش کرنی چاہیے، باہمی شکایات سنی جائیں اور اگر ناموافقت محض غلط فہمی ہے تو اسے دور کیا جائے؛ ثالثوں کی مداخلت بھی آزمائی جائے۔ دوسرے مرحلے میں اگر بیوی کی شدید ناخوشی برقرار رہے اور ساتھ رہنا اس کے

لیے ناقابلِ برداشت رہے تو وہ مہر واپس کرنے یا اس سے دستبردار ہونے کی پیشکش کے ساتھ خلع طلب کرے؛ شوہر اسے قبول کر کے باوقار انداز میں جدا کر دے، یہی اس کیس کی نوعیت یعنی باہمی رضامندی اس حل کو آسان بناتی ہے۔ تیسرے مرحلے میں تاریخی و دستاویزی تکمیل ہو: خلع نامہ، گواہ اور قانونی کارروائی مکمل کی جائے۔ خلع کے نتائج یہ ہوں گے: اول، خلع سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، یعنی اب شوہر عدت کے اندر یک طرفہ رجوع نہیں کر سکتا؛ اگر دونوں دوبارہ ملنا چاہیں تو نیا نکاح نئے مہر کے ساتھ کرنا ہو گا۔ دوم، بیوی پر عدت واجب ہے جو فقہی رائے کے مطابق ایک حیض سے لے کر تین حیض کے مباحث میں طے ہوتی ہے، اور حمل کی صورت میں عدت وضعِ حمل تک ہے؛ کسی کیس میں عدت کی حتمی تعیین اہلِ علم کریں گے۔ سوم، طے شدہ عوض شوہر کا حق بن جاتا ہے اور اس کے علاوہ بیوی کے دیگر مالی حقوق، جیسے کوئی بقایا حق مہر اگر عوض میں شامل نہ ہو، بھی اصولوں کے مطابق واضح کیے جانے چاہئیں۔ چہارم، علیحدگی خوش اخلاقی سے ہو، نہ ایک دوسرے کی بدنامی کی جائے نہ بچوں کو کشمکش کا ذریعہ بنایا جائے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ شدید ناخوشی اور ناقابلِ برداشت ناموافقت کی صورت میں، مصالحت کی ہر کوشش کے بعد، خلع شریعت کا دیا ہوا باعزت حل ہے۔ اس کے انعقاد کے لیے واضح ایجاب و قبول، معلوم عوض، مصالحتی کوشش کی رعایت، دستاویز و گواہ اور بچوں کے حقوق کی حفاظت ضروری امور ہیں۔ خلع سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے اور عدت لازم آتی ہے۔ اس گائیڈ کا مقصد علمی فہم ہے؛ کسی حقیقی معاملے میں خلع کے انعقاد، عوض کی مقدار اور عدت جیسے امور کا فیصلہ مستند علماء اور مجاز عدالت ہی کریں گے، قارئین کو اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

سوال نمبر 5: اسلامی خاندانی نظام کے استحکام کے لیے نکاح و حقوقِ زوجین کا جامع اصولی خاکہ (20 نمبر)

سوال نمبر 5: اسلامی خاندانی نظام کے استحکام کے لیے نکاح کے احکام اور زوجین کے حقوق و فرائض کو باہم مربوط کرتے ہوئے ایک ایسا جامع اصولی خاکہ پیش کریں جس میں نکاح کے انعقاد اور ازدواجی اختلاف کے حل سے متعلق شرعی مراحل واضح ہوں۔ (20)

تعارف

خاندان انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اور نکاح اس اکائی کا شرعی آغاز ہے۔ اسلامی تہذیب میں خاندانی استحکام محض سماجی سہولت نہیں بلکہ دین کا مقصد ہے، کیونکہ صالح خاندان سے صالح نسل، صالح معاشرہ اور اقدار کی منتقلی ممکن ہوتی ہے۔ آج کے دور میں خاندانی انتشار، طلاق کی بڑھتی شرح اور گھریلو تنازعات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ نکاح کے احکام اور حقوقِ زوجین کو صرف الگ الگ فقہی مباحث کے طور پر نہیں بلکہ ایک مربوط نظام کے طور پر سمجھا جائے۔ سوال کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایک جامع اصولی خاکہ پیش کیا جائے جس میں نکاح کے انعقاد کے مراحل سے لے کر ازدواجی اختلاف کے حل کے شرائط یافتہ مراحل تک سب کچھ باہم مربوط انداز میں واضح ہو۔ زیرِ نظر جواب اسی خاکے کو پیش کرتا ہے: پہلے نکاح کی شرعی حیثیت و مقاصد، پھر انعقاد کے مراحل، پھر حقوقِ زوجین کا متوازن نظام، اور آخر میں اختلاف کے حل کی تدریجی شرعی ترتیب۔ نوٹ رہے کہ یہ خاکہ علمی رہنمائی ہے؛ کسی حقیقی خاندانی تنازع کا فیصلہ حقائق کی بنیاد پر علماء کرام اور مجاز عدالتوں کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔

نکاح کی شرعی حیثیت، مقاصد اور انعقاد کے مراحل

نکاح ایک ایسا عقد ہے جسے قرآن نے مضبوط عہد قرار دیا ہے (سورۃ النساء 4:21 کے مفہوم) اور اس کا مقصد زوجین کے درمیان سکون، محبت اور رحمت کا قیام بیان کیا گیا ہے (سورۃ الروم 30:21 کے مفہوم)۔ نکاح کے مقاصد میں عفت و پاکدامنی، نسل کی بقا و تربیت، باہمی سکون اور رشتوں کا جال بُن کر معاشرے میں استحکام پیدا کرنا شامل ہیں۔ انعقاد کے مراحل کا خاکہ درج ذیل ہے: مرحلہ اول، رشتے کا انتخاب: شریعت نے کفو یعنی دینی و اخلاقی مناسبت کو ترجیح دی ہے اور انتخاب میں دین داری کو اولیت دینے کی تلقین کی گئی ہے؛ ولی کی سرپرستی اور لڑکی کی رضامندی دونوں کا اہتمام اسلامی روایت کا حصہ ہیں۔ مرحلہ دوم، خطبہ یعنی منگنی کا پیغام: یہ وعدۂ نکاح ہے، خود نکاح نہیں؛ اس دور میں شرعی حدود کی پابندی لازم ہے۔ مرحلہ سوم، عقدِ نکاح: ایجاب و قبول ایک مجلس میں، دو گواہوں کی موجودگی میں ہو؛ یہ عقد کی بنیادی شرائط ہیں۔ مرحلہ چہارم، مہر کی تعیین: مہر بیوی کا حق ہے جو نکاح کے ساتھ واجب ہوتا ہے؛ اسے معقول و شفاف رکھنا اور ادائیگی کا طریقہ واضح کرنا اختلافات کی روک تھام کرتا ہے، اور مہر کو محض رسمی عدد بنانے کے بجائے اس کی روح یعنی عزت و ذمہ داری کو سمجھنا چاہیے۔ مرحلہ پنجم، اعلان و ولیمہ: نکاح کا اعلان اور استطاعت کے مطابق ولیمہ مسنون خوشی کا اظہار ہے۔ مرحلہ

ششم، دستاویزی تکمیل: نکاح نامے میں تمام شرائط واضح تحریر ہوں، کیونکہ تحریری وضاحت بعد کے اختلافات میں سب سے بڑی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ چھ مراحل مل کر ایک ایسا آغاز فراہم کرتے ہیں جس میں شرعی تقاضے بھی پورے ہوں اور مستقبل کی بنیاد بھی مضبوط ہو۔

زوجین کے حقوق و فرائض کا متوازن نظام

استحکام کی دوسری بنیاد حقوق و فرائض کا توازن ہے۔ قرآن کے مفہوم کے مطابق بیویوں کے حقوق بھی اسی طرح ہیں جس طرح ان پر فرائض ہیں، دستور کے مطابق (سورۃ البقرہ 2:228 کے مفہوم)، اور زندگی کی اساس باہمی حسنِ معاشرت رکھی گئی ہے۔ شوہر کے فرائض میں نفقہ یعنی بیوی کی کفالت اس کی استطاعت کے مطابق، رہائش کی فراہمی، مہر کی ادائیگی، عدل و احسان اور ظلم و زیادتی سے مکمل اجتناب شامل ہیں؛ خاندان کے نظام کی نگرانی اس کے ذمے ہے مگر یہ نگرانی خدمت و ذمہ داری کا نام ہے، استبداد کا نہیں۔ بیوی کے فرائض میں ازدواجی زندگی کی مشترکہ ذمہ داریوں کی پاسداری، گھر و اولاد کی دیکھ بھال میں شراکت اور شوہر کے جائز امور میں تعاون شامل ہیں، ساتھ ہی اس کے اپنے حقوق محفوظ ہیں: اس کی ذاتی ملکیت پر شوہر کو کوئی حق نہیں، اس کی تعلیم و صحت کا احترام لازم ہے، اور اس کے اہلِ خانہ سے صلہ رحمی اس کا حق ہے۔ مشترکہ حقوق میں باہمی محبت و مشورہ، اولاد کی مشترکہ تربیت، راز داری، ایک دوسرے کی عزت کی حفاظت اور مالی شفافیت شامل ہیں۔ اولاد کی تربیت والدین کی مشترکہ امانت ہے جس میں دینی اقدار، تعلیم اور اخلاق سب شامل ہیں۔ جب یہ توازن قائم رہے تو چھوٹے موٹے اختلافات گھر کے اندر ہی حل ہو جاتے ہیں اور نظام مستحکم رہتا ہے؛ یہی حقوق کو فرائض سے مربوط کر کے دیکھنے کی حکمت ہے۔

جدول 1: جامع اصولی خاکہ — مراحل کا خلاصہ

اہم مراحل / اصول	دائرہ
انتخاب و کفو، پیغام، ایجاب و قبول مع گواہان، مہر کی تعیین، اعلان و ولیمہ، دستاویز	انعقادِ نکاح
نفقہ و رہائش، حسنِ معاشرت، باہمی مشورہ، اولاد کی مشترکہ تربیت، مالی شفافیت	زندگی زوجیت

نصیحت و مکالمہ ← خاندانی ثالث (حکم) ← ثالثی و مصالحت ← خلع / طلاق بطور آخری حل مع عدت	اختلاف کا حل
تحریر و گواہ، ظلم کی ممانعت، بچوں کے مفاد کی اولیت ۔ علماء / عدالت سے رجوع	حفاظتی اصول

ازدواجی اختلاف کے حل کے شرعی مراحل

کوئی نظام اختلاف سے مکمل خالی نہیں ہوتا؛ حکمت یہ ہے کہ حل کی تدریج موجود ہو۔ اسلامی نظام میں اختلاف کے حل کے مراحل یوں ہیں: پہلا مرحلہ باہمی مکالمہ و نصیحت ہے؛ سورۃ النساء میں اہلِ خانہ کی اصلاح کی تدریجی رہنمائی دی گئی ہے (4:34 و 4:128 کے مفاہیم) جس کا لُب یہ ہے کہ بات چیت، نرمی اور باہمی رعایت سے مسئلہ حل کیا جائے، اور ظلم و تشدد کسی مرحلے میں جائز نہیں۔ دوسرا مرحلہ حکم یعنی ثالثوں کا ہے: قرآن نے ہدایت دی کہ اختلاف بڑھ جائے تو شوہر کے خاندان سے ایک حکم اور بیوی کے خاندان سے ایک حکم مقرر کیا جائے، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ توفیق دے گا (4:35 کے مفہوم)۔ تیسرا مرحلہ باقاعدہ ثالثی و مصالحت ہے جس میں علماء، خاندانی بزرگ یا مصالحتی ادارے شامل ہو سکتے ہیں اور بچوں کے مفاد کو مرکز رکھا جاتا ہے۔ چوتھا مرحلہ، جب ہر کوشش ناکام ہو جائے اور ساتھ رہنا حدودِ شرع کی خلاف ورزی کا باعث بننے لگے، آخری حل کے طور پر علیحدگی ہے: شوہر کی طرف سے طلاق اپنی شرعی ترتیب یعنی احسن طریقے، عدت میں رجوع کے حق اور دو طلاقوں کے بعد آخری فیصلے کے نظام سے ہوتی ہے، اور بیوی کی طرف سے خلع یا عدالت کے ذریعے تفریق کے راستے موجود ہیں۔ علیحدگی کے بعد بھی شرعی اخلاق یہ ہے کہ عدت، مہر، نفقہ اور حضانت کے حقوق پوری دیانت سے ادا کیے جائیں اور جدائی احسان کے ساتھ ہو۔ اسی تدریج کو اپنانے سے اکثر اختلافات پہلے دو مراحل میں ہی ختم ہو جاتے ہیں اور خاندان ٹوٹنے سے بچ جاتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی خاندانی نظام کا استحکام تین ستونوں پر کھڑا ہے: درست آغاز، یعنی شرائط و مہر و دستاویز کے ساتھ باضابطہ نکاح؛ متوازن جاری زندگی، یعنی حقوق و فرائض کی باہمی پاسداری، حسنِ معاشرت اور اولاد کی مشترکہ تربیت؛ اور تدریجی حل، یعنی مکالمے سے ثالثی تک اور آخری صورت میں باعزت علیحدگی۔ پیش کیا گیا جامع اصولی خاکہ ان تینوں کو ایک مربوط نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ عملی زندگی میں ہر خاندان کو چاہیے کہ وہ اس خاکے کو اپنائے، اختلاف کی صورت میں جلد بازی کے بجائے مراحل طے کرے، اور نازک معاملات میں مستند علماء کرام اور قانونی اداروں سے رہنمائی لے؛ یہی رویہ ہر خاندان اور معاشرے تینوں کے لیے خیر کا باعث ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com